© rasailojaraid.com

شاہد کاشمیری

جانشینِ امیرِ شریعت سید ابومعاویہ ابوذر بخاری

غالباً ۶۲ - ۱۹۶۱ء کی بات ہے...... میں نے ابھی شعور کی آنکھ نہیں کھولی تھی جب اباجی مرحوم کریم پورہ سیالکوٹ میں ایک جلسہ سنوانے لے گئے، جس کے مہمان خصوصی شیخ حسام الدینؒ تھے اور صدارت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ فرما رہے تھے۔ شیخ صاحب کا نام ہمارے لئے کوئی نیا نہیں تھا۔ لیکن دیکھا انہیں بھی پہلی ہی مرتبہ تھا۔ اسی جلسے سے آخری خطاب جانشین امیر شریعت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ کا تھا۔ میں نے ان کی پوری تقریر سو کر سنی

والد صاحب نے مجھے اٹھایا۔ میں ان کی انگلی پکڑے اسٹیج کی جانب رواں دواں تھا۔ اسٹیج پر انہوں نے شیخ صاحب کے بعد میری ملاقات شاہ جی سے کروائی۔ میں نے دونوں ہاتھ آگے بڑھا دیئے انہوں نے بھی کمال شفقت سے اپنے ہاتھوں میں ہاتھ لے لئے اور پھر یہ ہاتھ جب تک وہ حیات رہے ان کے ساتھ ہی رہے۔ ہم گھر چلے آئے یہ میری ان سے پہلی ملاقات تھی۔ تب ان کی ڈاڑھی کالی تھی اور وہ کھڑے ہو کر تقریر کرتے تھے۔ میری دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب شعور مجھے سنبھال رہا تھا۔ تب ان کی داڑھی سفید ہو چکی تھی اور وہ بیٹھ کر تقریر کرتے تھے۔ میں سیالکوٹ سے انہیں ملنے کے لیے لاہور آیا طلباء سے ان کا خطاب تھا۔ علم کے موتی بکھر رہے تھے۔ خطابت اپنے جوبن پر تھی ان کی حقیقت کی بات ہے۔ تقریر کا ایک ایک لفظ میرے رگ و پے میں سرایت کر رہا تھا۔ میں جھوم اٹھا یہ عقیدت کی بات نہیں،

۱۹۷۴ء میں ہم لاہور منتقل ہو گئے تو شاہ صاحب کے ساتھ اکثر ملاقاتیں رہنے لگیں۔ وہ جب بھی ملتان سے لاہور تشریف لاتے تو محترم سید نفیس الحسینی نفیس رقم صاحب سے ضرور ملنے جاتے۔ میں ان کے ساتھ ہوتا۔ نفیس شاہ جی بھی تعظیماً قلم دوات چھوڑ دیتے۔ قہوہ کا دور چلتا۔ علمی نشست ہوتی۔ اردو، فارسی، اور عربی کے اشعار کا سلسلہ چلتا، کبھی محفل کشت زعفران بن جاتی اور کبھی دونوں حضرات اپنے بڑوں کی باتیں یاد کر کے رونے لگتے۔

میں نے شاذ ہی کوئی مضمون اپنی مرضی سے "الاحرار" میں لکھا ہو۔ شاہ جی خود موضوع دیتے۔ میں ان کے حکم کی تعمیل میں اپنی بساط بھر خامہ فرسائی کرتا جسے وہ معمولی ردوبدل کے بعد شائع کر دیتے اور کبھی کبھار ساتھ سمجھاتے بھی۔ مثلاً فرماتے "حواری" کا لفظ عام آدمی یا کسی بھی بدمعاش کے ساتھ مت استعمال کرو یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں کے لئے قرآن پاک نے "الحواریون" استعمال کیا ہے۔ اس لفظ کی تکریم کو مد نظر رکھا کرو۔ اور بہتر ہے کہ اس کا متبادل "حالی موالی" استعمال کر لیا کرو۔

انہیں اس بات سے چڑ تھی کہ لوگ ہر فارغ آدمی کو یا پھر حجام کو "خلیفہ" کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ فرماتے تھے کہ یہ کفار کی سازش کا نتیجہ ہے اس سے ہمارے خلفائے اسلام کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ اسی طرح وہ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے محفوظ عن الخطاء کی اصطلاح بھی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ میں شاہد محمود شاہد کے نام سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھا کرتا تھا۔ جسے انہوں نے شیخ شاہد محمود اور بعد میں اسلام اور جمہوریت کے حوالے سے لکھے جانے والے مضمون پر شاہد محمود کاشمیری کر دیا۔ کہ "سب کاسٹ" چھوڑو "ہیڈ کاسٹ" ساتھ لگاؤ۔ تب سے اسی نام سے لکھتا ہوں۔

میں ان سے اکثر سیکھنے کی غرض سے کچھ نہ کچھ پوچھتا رہتا، خدا کے وجود کے حوالے سے ایک دوست سے بحث چل رہی تھی۔ میں نے شاہ جی سے پوچھا، فرمانے لگے۔ "خدا موثر وجود ہے، متاثر نہیں۔ جو متاثر ہو جائے وہ مخلوق ہے خدا نہیں"

ان کا کمال یہ تھا کہ وہ تین تین چار چار گھنٹے بلا تکان بول جاتے تھے اور مجال ہے جو ایک تقریر کے بعد دوسری تقریر میں لفظی یا واقعاتی تکرار ہو۔ تاریخ پر ان کو عبور تھا۔ صحابہ کے شجرے ازبر تھے۔ بسا اوقات پیچیدہ اور سخت مسائل بھی بیان کر جاتے۔ ہمیں بھی بعض باتوں کی تلقین فرماتے۔ سمجھانے کا انداز ایسا ہوتا کہ بعض اوقات اپنی ذات کو بھی شاملِ حال فرما لیتے۔

مجھے خود بتایا کہ "اوائل عمر میں داڑھی منڈوانے والے سے ہاتھ ملانے سے بھی گریز کرتا۔ پھر ایک دن ابا جیؒ نے سمجھایا کہ حافظ جی ان سے ملو گے نہیں تو دین کے قریب کیسے لاؤ گے" تب سے الحمدللہ کبھی ایسی حرکت نہیں کی"

ہم طلباء کو بھی وہ بعض باتوں سے روک دیتے اور ڈانٹ بھی دیتے مثلاً ننگے سر نماز پڑھنے پر ڈانٹ پڑ جایا کرتی تھی۔

ایک مرتبہ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ نے "ہفت روزہ چٹان" کو ایک انٹرویو دیتے ہوئے مجلس احرار پر خاصے سخت ریمارکس دے دیئے تھے (جس سے یقیناً شاہ جی بھی نالاں ہوں گے)۔ ایک ساتھی نے "چٹان" میں ہی جواباً مولانا کی ذات کو ہدف تنقید بنا دیا تو ناراض ہو گئے۔ مولانا اختر کاشمیری جو ان دنوں "چٹان" میں ادارت کے فرائض سر انجام دے رہے تھے، اس چھیڑ چھاڑ کو آگے بڑھانے کے لئے انٹرویو کی غرض سے لاہور دفتر تشریف لائے ہوئے تھے جب کہ شاہ جی ہمیں سمجھا رہے تھے کہ جماعت کا موقف الگ بات ہے لیکن ذات کو ہدف تنقید کیوں بنا رہے ہو۔ یاد رکھو میں تمہیں تنبیہ کرتا ہوں کہ آئندہ تمہاری زبانوں اور قلموں سے میں مولانا کے خلاف نکلنے والے لفظ نہ سنوں نہ پڑھوں"..... اس پر مولانا اختر کاشمیری بھی کھسک گئے۔

۷۷ء میں قومی اتحاد کی تحریک زوروں پر تھی۔ شاہ جی کو مغرب کے قریب ملتان سے لاہور دفتر پہنچنا تھا۔ مجلس احرار نے قومی اتحاد کی تحریک سے لاتعلقی کا اعلان کر دیا تھا۔ مگر لاہور کے ایک سابق خطیب احرار نے (جو مجھ سے اس لئے سخت نالاں تھے کہ میں نے ان کی مسجد میں چودھری ظہور الٰہی کی آمد اور ان سے چندہ مانگنے پر تنقید کی تھی۔) دفتر میں بیٹھے دانستہ طور پر میرے ساتھ تکرار شروع کر دی جو بعد میں ہاتھا پائی تک پہنچ گئی۔ خون گرم تھا، میں فوراً دفتر سے رام گلی گیا اور اپنے چار پانچ عزیز مولوی صاحب کو سبق سکھانے کی غرض سے لیکر دفتر آگیا۔ میری نشاندہی پر میرے عزیز آگے بڑھے مگر یکدم رک گئے۔ میں نے دیکھا شاہ جی تشریف فرما تھے۔ میرے ساتھیوں نے شاہ جی کو پہلی مرتبہ ہی دیکھا تھا۔ وہ اور میں غصے میں آگ بگولا تھے۔ شاہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جی نے پوری بات پوچھی۔ میں نے بتایا کہ ان مولوی صاحب کا الزام ہے کہ چودھری ظہور الہٰی کی ان کی مسجد میں آمد کی اطلاع میں نے سید عطاء المحسن شاہ صاحب کو دی ہے اور اس پر انہوں نے میرے ساتھ ہاتھا پائی کی ہے۔ شاہ جی جی نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا اس بچے کے ساتھ لڑنے کی کیا ضرورت تھی؟ تمہاری اور مسجد کی تصویریں اور خبریں اخبارات میں چھپ چکی ہیں۔ مولوی صاحب مجھ سے معذرت کرنے لگے مگر میں غصے پر قابو پانے سے معذور تھا۔ چنانچہ میں نے گھر جانا چاہا۔ سردی کا موسم تھا۔ شاہ جی نے اپنے خادم کو میرے ہمراہ کیا کہ رکشے میں گھر چھوڑ کر آئے۔ مجھے اپنا کمبل اور رومال دیا۔ میں نے کچھ روز کے بعد کمبل لوٹا دیا۔ رومال نیا خرید کر دے دیا اور ان کا رومال برکت کے لئے رکھ لیا جو الحمدللہ اب بھی محفوظ ہے۔ کیونکہ معاملہ ٹھنڈا نہیں ہوا تھا۔ شاہ جی میرے ارادے کو بھانپ گئے تھے کہ یہ کچھ کر گزرنے سے ٹلے گا نہیں، اور میں بھی بھائیوں سمیت لڑائی ختم کرنے پر راضی نہ تھا کہ اس دوران شاہ جی کا میرے نام خط آگیا۔ جس میں مجھے اور میری والدہ اور والد کو لکھا تھا کہ

"پیارے شاہد، بھابھی اور بھائی جان...... مجھے یقین ہے کہ میری سفید داڑھی کی لاج رکھ لی جائے گی اور لڑائی آگے نہیں بڑھے گی"..... اس کے بعد امی ابو دونوں نے ڈانٹ دیا کہ اب شاہ جی کا حکم ہے بات بڑھانی نہیں۔ لو معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

۷۹ء میں، میں عباس نجمی صاحب کے ہمراہ رحیم یار خان گیا ہوا تھا۔ ہم گیارہ بجے کے قریب پہنچے، گرمی غضب کی تھی۔ ہمیں پتہ چلا کہ آج عصر کے بعد شاہ جی کی خان پور تقریر ہے (اس کی تفصیل اور پوری تقریر کتابچے کے روپ میں "صدائے حق" کے عنوان سے الگ بھی چھاپ چکا ہوں)۔ ہم دونوں رحیم یار خان سے خانپور آگئے۔

حضرت درخواستیؒ کے مدرسے میں شاہ جی کا بیان ہوا۔ انہوں نے مختصر وقت میں اتنی خوبصورت، پر مغز اور بے باکانہ انداز میں تقریر کی کہ ہر شخص داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ مگر اس تقریر کا نتیجہ بے اثر! مجھے بس اتنا یاد ہے کہ شاہ جی مدرسے کے مخصوص کمرے میں بیٹھے رہے۔ کہ شاید اتحاد و یکجہتی کے خواہاں علماء، انہیں میٹنگ میں بلائیں۔ میٹنگ ہوئی مگر شاہ جی کو شامل کیے بغیر! اجلاس تھا علماء کے اتحاد کے لیے اور مفتی محمود صاحبؒ حضرت درخواستیؒ سے بحث کرتے رہے کہ "شاہ کو بلایا کیوں"؟ اس کے بعد ہم شاہ جی کے ہمراہ سعید احمد راجپوت کے ہاں چلے آئے۔ جہاں حالات حاضرہ کے حوالے سے نشست ہوتی رہی اور ہم شاہ جی کی باتوں سے محظوظ ہوتے رہے۔ اسی طرح کا واقعہ دارالعلوم دیوبند کی صد سالہ تقریبات میں شرکت کے موقع پر پیش آیا۔ شاہ جی اپنوں، پرایوں کی کوششوں اور کچھ دوسری وجوہات کی بنا پر نہ جا سکے۔ خان غازی کابلی سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری تھا۔ غازی نے دہلی سے گلے شکوے اور تاثرات کے ملے جلے انداز میں مجھے خط

"حضرت ابومعاویہ ابوذر بخاری (عطاء المنعم) مولانا عطاء المحسن اور دوسرے بھائی بھی دیوبند کے میلے میں موجود ہوتے تو ہندوستان کے مولویوں کے مرکز نگاہ ہوتے بہت سے لوگوں کو ان کا انتظار بھی تھا۔ مگر خدا جانے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا ابو معاویہ ابوذر بخاری اور ان کے بھائی کیوں دیو بند نہیں آسکے؟ غازی ایسا محسوس کرتے ہیں کہ حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی یادگاروں کو "کسی معشوق پردہ زنگاری" کی سازش سے ویزا نہ ملا ہو گا۔ کیونکہ حضرت امیر شریعت کی نسبت کی وجہ سے دیو بند میں بخاری بھائیوں کو جو شان ہوتی ویسی شان کسی کی نہ ہوتی۔ بخاری بھائی دیو بند کے میلے میں مثل چاند سورج کے نظر آتے اور دوسرے صرف تارے بلکہ تارے بھی نہیں مٹی کے ٹمٹماتے ہوئے دیئے نظر آتے۔"

ملتان ایک کام کی غرض سے پہلی مرتبہ گیا، رمضان کا مہینہ تھا۔ شاہ صاحب کے ہاں جا اترا۔ ان سے مصافحہ کیا۔ وظائف میں مشغول تھے۔ سامان رکھا اور بغیر بتائے صدر بازار گھریلو سامان کی خریداری کے سلسلے میں نکل گیا۔ روزہ ایک دوست کے ہاں افطار کیا۔ واپس لوٹا تو شاہ جی پریشان بیٹھے تھے، "بھئی کہاں چلے گئے تم؟ میں سب سے پوچھتا پھرتا تھا کہ پہلی مرتبہ آیا، کچھ بتایا بھی نہیں اور نہ جانے کہاں نکل گیا...." کھانے کے بارے میں پوچھا! میں نے عرض کیا وہ تو دوست نے کھلا دیا، البتہ سحری آپ کے ہاں ہی کرلوں گا۔ فرمانے لگے سحری کے وقت دیکھا جائے گا۔ فوراً مٹھائی اور پھل منگوائے، پھر چائے کا دور چلا، رات نو دس بجے تک گفتگو کا سلسلہ جاری رہا، ادب، سیاست، مذہب موضوع گفتگو رہے۔ پھر فرمانے لگے تراویح کی سناؤ؟ میرے ساتھ پڑھو گے یا دفتر میں؟ (دفتر سید کفیل بخاری ان دنوں تراویح پڑھا رہے تھے۔ کفیل نے مجھے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ شاہ جی روزانہ سات سے آٹھ پارے پڑھتے ہیں اور یہ سلسلہ سحری سے کچھ ہی دیر پہلے ختم ہوتا ہے)۔ میں نے عرض کیا شاہ جی مسافر ہوں، دفتر میں ہی نماز ادا کروں گا، ہنس پڑے۔ اس کے بعد وہ اٹھ کر چلے گئے۔ سحری کے وقت ملاقات ہوئی، نماز فجر ان کے ساتھ ادا کی اور ڈھیروں دعائیں سمیٹ کر واپس لوٹا۔ پھر بارہا ملتان جانا ہوا، قیام انہی کے پاس رہا، میں نے کبھی کہہ بھی دیا کہ شاہ جی کھانا کھا کر آیا ہوں تو فرماتے "بھائی میں نے کب کہا تم بھوکے ہو، مجھے جو کچھ کرنا ہے وہ تو کرنے دو"

جب رحیم یار خان کے سفر کے دوران احمد پور شرقیہ کے قریب انہیں حادثہ پیش آیا اور شدید ضربیں بھی آئیں تو میں اتفاق سے چیچہ وطنی میں ہی موجود تھا۔ چیچہ وطنی دو تین جماعتی پروگرام تھے اور عبداللطیف خالد چیمہ صاحب نے حضرت مولانا خان محمد صاحب اور پیر جی عطاء المہیمن شاہ صاحب کو مدعو کر رکھا تھا۔ پروگراموں سے فارغ ہو کر میں اور عبداللطیف، شاہ جی کی عیادت کی غرض سے ملتان چلے گئے۔ شاہ جی چارپائی پر تشریف فرما تھے۔ ہمیں دیکھتے ہی مسکرا پڑے۔ خوشگوار ماحول میں گفتگو ہوتی رہی۔ اسی گفتگو کے دوران ہم دونوں کو ایک نصیحت کی کہ "کبھی بھی کسی پر یکدم اعتبار نہ کرلیا کرو، اسے پرکھا کرو" پھر فرمایا کہ "میرے لیے بھی دعا کرو کہ اللہ مجھے اتنی زندگی دے کہ میں نے آج تک جماعت کے ہی کاموں کے سلسلے میں جماعت کا جو خرچ اپنے ہاتھوں کیا ہے وہ حساب اپنی جیب سے ادا کر کے جماعت کو لوٹا دوں اور سرخرو ہو جاؤں۔ میں نے اس سلسلے میں کوشش شروع کر دی ہے اللہ رب العزت تکمیل فرما دیں"۔

۲۴ اکتوبر ۱۹۹۵ء کو پھر ان کے ہاں ہی ملتان جانے کا اتفاق ہوا۔ مگر میں اس دفعہ اکیلا نہیں تھا۔ بہت سے لوگ ان کی ایک جھلک دیکھنے آئے تھے۔ میں بھی اپنے اسی محبوب قائد کو دیکھنے گیا تھا۔ وہ اب بھی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چارپائی پر ہی تھے ان کو دیکھ کر سب کی آنکھیں اشکبار تھیں۔ محمد معاویہ پاس کھڑا رو رہا تھا۔ محمد مغیرہ پریشان حال تھا۔ کفیل کے چہرے پر اضمحلال تھا۔ حضرت نفیس الحسینی کی آنکھوں میں نمی تیر رہی تھی۔ عبداللطیف خالد چیمہ کہ شاہ جی کے رنگ میں بہت رنگا ہوا ہے، اس سے ملنے کی ہمت نہ تھی۔ برادران شاہ جی پر ملال تھے مگر صبر کے پیکر بنے چپ تھے۔ ان کی چپ ہی ان کے غم اور دکھ کو عیاں کر رہی تھی۔ جو بھی ملتا، اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھتے۔ چودھری ظفر اقبال کے چہرے سے روح فرسائی کے آثار نمایاں تھے۔ ملک یوسف لاہور میں ان کا خاص میزبان تھا اور ہمیشہ چہرے پر ایک خاص مسکراہٹ رکھتا تھا مگر آج وہ بھی مغموم تھا۔ عبدالکریم قمر رو رہا تھا، مجھے دیکھتے ہی گلے سے لپٹ کر دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ قمر الحق قمر کہہ رہا تھا شاہد دیکھو! یہ اتنی دنیا اس شخص کے باپ کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی اپنی کی ہوئی محنت اور محبت کے عوض آئی ہے"۔ عباس نجمی کہہ رہا تھا "شاہد! یہ شخص اندر سے چُور چُور تھا، اسے کوئی مفتی، قاضی، مولوی برداشت نہ کر سکا۔ مگر اس نے اپنی محنت نہیں چھوڑی۔ اپنے کام میں مگن رہا۔ ہزاروں کو جینے کا سلیقہ اور دین پر چلنے کا ڈھنگ سکھا گیا۔ ذرا غور سے شاہ جی کو دیکھو کس قدر طمانیت کے ساتھ سو رہے ہیں"۔

میں سب کی باتیں سن رہا تھا مگر کہیں اور پہنچا ہوا تھا۔ مجھے یاد آگیا شاہ جی نے آخری ملاقات میں مجھے اور عبداللطیف سے کہا تھا کہ دعا کرو میں حساب لوٹا کے جاؤں۔ مجھے ایسے لگا وہ حساب لوٹا رہے ہیں میں نے ان کی پہلی تقریر سو کر سنی تھی اور اب وہ میرے شدید کرب کی غماز آواز ابدی نیند میں سو کر سن رہے تھے۔

✤ ✤

جامع مسجد ختم نبوت (دار بنی ہاشم ملتان) کی تعمیر

جامع مسجد ختم نبوت (مدرسہ معمورہ) دار بنی ہاشم ملتان کی بالائی منزل زیر تعمیر ہے
اخراجات کا تخمینہ چار لاکھ روپے ہے۔
اہل خیر مسجد کی تعمیر میں نقد یا سامان کی صورت میں زیادہ سے زیادہ حصہ لے کر اجر حاصل کریں۔

بذریعہ چیک/ڈرافٹ یا منی آرڈر: سید عطاء المحسن بخاری دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
اکاؤنٹ نمبر 29932 حبیب بینک حسین آگاہی ملتان پاکستان

© rasailojaraid.com